فارسی نثر نگار

ا۔ سید علی ہجویری

سید علی ہجویری کا پورا نام ابوالحسن علی بن عثمان جلابی ہجویری غزنوی اور لقب داتا گنج بخش ہے۔ ۴۰۰ ہجری میں افغانستان کے شہر غزنی پیدا ہوئے اور محلہ ہجویر میں مقیم رہے۔ آپ نے نہ صرف تمام علوم وفنون میں تعلیم حاصل کی بلکہ سلوک و روحانیت میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے اسلامی ممالک میں سیر و سیاحت کا آغاز کیا مختلف اسلامی ملکوں میں گئے۔ اسی دوران آپ لاہور بھی تشریف لائے۔ اس وقت یہاں پر سلطان مسعود غزنوی کا عہد حکومت تھا۔ آپ نے یہاں پہنچ کر اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں ہزاروں غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ سید علی ہجویری اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم دین اور عظیم صوفی تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ نے اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں بہت سی بے لوث خدمات انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے لوگ ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں اور اس عقیدت کا اظہار مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔

آپ فارسی زبان کے شاعر اور نثر نگار بھی تھے اگر چہ آپ کی تحریر کردہ تصانیف اب باقی نہیں رہیں۔ کشف الاسرار، منہاج الدین 'کتاب الفناوالبقا' بحرالقلوب اور کشف المحجوب آپ کی اہم کتابیں ہیں۔ ان میں سے کشف المحجوب خوش قسمتی سے اب تک موجود ہے۔ آپکا لقب ''گنج بخش'' مشہور ہے۔ اس کے متعلق یہ روایت عام ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے یہاں چلہ کاٹ کر فیض حاصل کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل' کاملاں را راہنما

آپ ۴۶۵ ہجری میں لاہور میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار لاہور میں موجود ہے جہاں ہر روز ہزاروں افراد عقیدت کے پھول چڑھانے آتے ہیں۔ دور دراز سے آنیوالے یہ عقیدت مند عرفان ومعرفت کے اس سرچشمہ سے فیضیاب ہوکر لوٹتے ہیں۔

کشف المحجوب:

کشف المحجوب ہر زمانے میں اپنی نوعیت کی لحاظ سے بے مثل سمجھی گئی ہے۔ فارسی زبان میں تصوف کی یہ پہلی کتاب ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کو کشف المحجوب کے مطالعے کی برکت سے مرشد مل جائے گا۔ کشف المحجوب کی تصنیف کا سبب ابوسعید ہجویری کا ایک استفسار ہے جو تصوف کے رموز اشارات کو حضرت علی ہجویری سے سمجھنا چاہیے تھے۔ اسی کے جواب میں سید علی ہجویری نے تصوف کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جس سے کشف المحجوب تصوف کی قابل قدر کتاب بن گئی ہے۔ اس کے ذریعے گویا پہلی مرتبہ اسلامی تصوف کو ہندوستان میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کا انداز بیان نہایت سادہ دلنشین اور اثر انگیز ہے۔ یہ فارسی نثر کا نہایت دلکش نمونہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

۲۔ سدید الدین محمد عوفی

سدیدالدین محمد عوفی ۵۶۷ ہجری سے ۵۷۲ ہجری کے درمیانی عرصے میں مرو میں پیدا ہوئے لیکن طالب علمی کا زمانہ بخارا میں گزارا۔ آپ کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت عبدالرحمان بن عوف سے ملتا ہے۔ اسی نسبت سے 'عوفی'' کے نام سے شہرت پائی۔ آپ نے بخارا میں قطب الدین سرخسی جیسے مشہور علماء سے تعلیم پائی اور وعظ وخطابت میں مہارت حاصل کی اور وعظ وخطابت کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

آپ کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا اس لیے سن ۵۹۷ ہجری میں وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور بخارا سے چل کر سمرقند ‘خوارزم‘ نیشاپور اور بجستان میں کچھ وقت گزارا۔ مغلوں کے حملے کی خبر سنی تو خراسان سے نکل کر سندھ آ گئے اور سن ۶۱۷ ہجری میں ناصر الدین قباچہ کے دربار میں رسائی حاصل کی جس نے سندھ اور ملتان میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ جب ناصر الدین قباچہ کو شمس الدین سے شکست ہوئی تو ۶۲۵ ہجری میں محمد عوفی شمس الدین التمش کی خدمت میں ”اُچ“ آ گئے۔

سدید الدین محمد عوفی کا شمار فارسی کے اہم ترین نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ھند میں قیام کے دوران نثر کی دو مشہور کتابیں تحریر کیں۔ ان میں سے ایک ”لباب الالباب“ ہے جو فارسی شعرا کا پہلا تذکرہ ہے جسے انہوں نے ناصر الدین قباچہ کے وزیر عین الملک کے نام منسوب کیا۔ اس تذکرے میں ایران کے پہلے فارسی شاعر سے لے کر محمد عوفی کے ھم عصر شعرا تک کے حالات زندگی تحریر ہیں اور ان کے کلام پر تنقید موجود ہے۔ اس کی زبان قدرے مشکل ہے۔ پروفیسر براؤن نے ”لباب الالباب“ کو دو جلدوں میں شائع کرایا ہے۔ ان کی دوسری اہم کتاب کا نام ”جوامع الحکایات ولوامع الروایات“ ہے۔ محمد عوفی نے ناصر الدین قباچہ کی فرمائش پر لکھنا شروع کی مگر ان کی سلطنت کو زوال آ جانے کے باعث اس ۶۲۵ ہجری میں شمس الدین التمش کے وزیر نظام الملک محمد بن ابی سعد کے نام سے منسوب کیا۔ یہ کتاب فارسی نثر کی بہترین کتابوں میں سے ہے۔ اس کا اسلوب نگارش بہت سادہ اور رواں ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔ محمد عوفی نے اس کی تیاری میں تقریباً ایک سو کتابوں سے مدد لی ہے اور خود دیکھی سنی باتیں بھی اس میں شامل کی ہیں۔ اس کتاب کا ماخذ کئی ایسی قدیم کتابیں ہیں جو اب ناپید ہیں مگر ان کا ذکر جوامع الحکایات میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ دو اور کتابیں الفرج بعد الشدہ اور مدائح السلطان بھی آپ نے تحریر کیں۔

☆☆☆☆☆☆

۳۔ نور الدین محمد جہانگیر

نور الدین محمد جہانگیر ۳۰ اگست، ۱۵۶۹ء میں جلال الدین محمد اکبر کے ہاں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق تیموری خاندان سے تھا جس نے ایک لمبے عرصے تک برصغیر پاک و ہند میں حکومت کی۔ وہ اپنے باپ جلال الدین محمد اکبر کی وفات کے بعد ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہوا اور سن ۱۶۲۷ء تک حکومت کی۔ اسے فارسی اور ترکی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ وہ شعر گوئی اور شعر فہمی کا اعلیٰ ذوق رکھتا تھا۔ اسے علم و ادب سے بہت دلچسپی تھی۔ وہ مصوروں اور خوش نویسوں کا بہت قدردان تھا۔ اس لیے اسکا نام علم و ادب اور فنون لطیفہ کے حوالے سے بہت مشہور ہے۔ جہانگیر کی ایک بیوی مہر النساء (نور جہان) کا تعلق ایران سے تھا۔ نور جہاں خوبصورتی، ذہانت اور سلیقہ شعاری میں مشہور تھی۔ جہانگیر حکومتی امور میں نور جہان سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اس نے ۱۶۲۷ عیسوی میں وفات پائی۔ انہیں لاہور میں دریائے راوی کے قریب شاہدرہ کے مقام پر دفن کیا گیا ہے۔ نور جہان اپنے شوہر کی وفات کے اٹھارہ سال بعد فوت ہوئی اس کا مزار بھی شاہدرہ میں واقع ہے۔

نور الدین محمد جہانگیر نے ”تزک جہانگیری“ کے نام سے امیر تیمور اور پردادا ظہیر الدین محمد بابر کی طرح یادداشتیں لکھی ہیں۔ ”تزک جہانگیری“ فارسی نثر کا بہت عمدہ نمونہ ہے۔ برصغیر کی سیاسی‘ سماجی اور ثقافتی تاریخ کے حوالے سے بھی اسے بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اس کا شمار فارسی کی چند اہم اور بہترین خود نوشت سوانح عمریوں میں ہوتا ہے۔

تزک جہانگیری نہایت سادہ‘ رواں اور سلیس فارسی میں تحریر کی گئی ہے۔ نور الدین محمد جہانگیر نے اسے محض ایک نثر نگار کی حیثیت سے نہیں لکھا بلکہ ایک دیانت دار مؤرخ‘ مدبر حکمران، تجربہ کار سپاہ سالار، باخبر منتظم اور اہل دل دانشور کی حیثیت سے لکھا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کتاب کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اس میں پیش کیے جانے والے جذبات اور احساسات صادق ہیں۔ اس کا ہر جملہ خلوصِ نیت سے لکھا گیا ہے جو ایک کامیاب ادیب کی علامت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆